قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

اہلسنت کا طریقہ صدق و حق سے ہی قوی ——— رہ سکا قائم نہ اسکے آگے زورِ نادری

ہوگیا سلکِ غلامانِ عمرؓ میں منسلک ——— خوب کی نادر تری خوش قسمتی نے یاوری

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ رسالہ ۳۶

الموسوم بہ

مناظرۂ نادرہ

مابین

سنی و شیعہ

جس میں اُس مشہور مناظرے کی کارروائی درج کی گئی ہے جو نادر شاہ ایرانی نے احقاقِ حق کے لئے شیعہ و سُنّی میں کرایا جس میں شیعوں کو شکست فاش ہوئی۔ نادر شاہ نے شیعیت سے توبہ کی۔ اور تمام قلمرو میں اعلان کر دیا کہ اہلسنت والجماعت حق پر ہیں لہذا انہی کے مذہب کی پیروی کی جائے۔ چنانچہ تمام شیعہ مجتہدین قائل ہو کر سابقہ مذہب سے تائب اور جماعت اہلسنت والجماعت میں منسلک ہو گئے۔

والحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

جسے

دائرۃ الاصلاح لاہور نے بتقریب یومِ وصال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہ جمادی الاُخریٰ ۱۳۴۳ھ میں برائے افادۂ اہلسنت والجماعت چھپوا کر مفت تقسیم کیا۔

کریمی پریس لاہور نزد کوتوالی میں باہتمام میر قدرت اللہ پرنٹر چھپا

اور نادری قوت ان کی پوری مددگار تھی۔ اور علامہ سید عبداللہ آفندی نے شروع میں ہی کچھ ایسا رعب بٹھایا کہ تمام شیعہ علماء پر ہیبت طاری ہوگئی۔ اور وہ بجائے اس کے کہ تمام متنازع فیہ مسائل کا تذکرہ چھیڑ کر مباحثہ کو بڑھا دیتے ان کے صدر نے صرف خلافت علیؓ کے مسئلے کو چھیڑ کر اپنی شکست کو تسلیم کرلیا۔ اور ایسے مرعوب ہو گئے کہ جو کچھ بحرالعلم کہتا جاتا تھا۔ اسے تسلیم کرتے جاتے تھے۔

فتح حق ہی کی ہُوا کرتی ہے

میں یہاں اس امر کا بیان کر دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ نادرشاہ جو اس وقت ہندوستان، ترکستان، افغانستان اور ایران کا مالک تھا۔ کس طرح آخر کار باوجود شدید التعصب شیعہ ہونے کے سنی ہوگیا۔ اور اس نے کس طرح خلیفہ اہل سنت والجماعت سلطان محمود خان عثمانی مرحوم کے نام کا کوفہ میں خطبہ پڑھنے کا حکم دیا۔ اور اپنے آپ کو اس نے خلیفۃ المسلمین کا نائب اور چھوٹا بھائی قرار دیا۔ میں جب تاریخ اکس باب پر پہنچتا ہوں تو مجھ پر خلافت عظمیٰ اسلامیہ کی جس کی آج کل بحث چھڑی ہوئی ہے اور جسے بعض لوگ صرف علماء کی خودساختہ بات قرار دے رہے ہیں۔ ہیبت طاری ہوجاتی ہے۔ کہ نادرشاہ جیسا شہنشاہ آخر کار عرش خلافت کے سامنے کس طرح سرنگوں ہوا۔ نادرشاہ نے حقیقت نفس الامریہ کا اعتراف کرتے ہوئے صاف لفظوں میں علامہ سید عبداللہ آفندی سے کہدیا کہ میں جب دنیا میں آیا تھا۔ تو میرے باپ دادا میں سے کوئی بھی بادشاہ نہیں تھا۔ لیکن خلیفۃ المسلمین سلطان ابن السلطان ہیں۔ اور میں حکم دیتا ہوں۔ کہ آج جامع کوفہ میں حسب معمول اہل سنت جمعہ پڑھایا جائے۔ اور خطبہ میں خلفائے اربعہ کا نام حسب ترتیب اہل سنت لیا جائے اور اس کے بعد خلیفۃ المسلمین سلطان محمود خان خادم الحرمین الشریفین کا اور اس کے بعد میرا نام بحیثیت ان کے چھوٹا بھائی ہونے کے لیا جائے۔ ناظرین کرام اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ شاہان اسلام عرش خلافت کی کیسی عزت کرتے تھے۔ اس کے متعلق زیادہ تفصیل کی اگر کسی کو ضرورت ہو۔ تو وہ سرٹامس کی "تاریخ شاہانِ اسلام" کو دیکھے جس میں اس نے ۱۱۷۱ھ میں اسلامی پادشاہوں

کی تاریخ ان کے رائج الوقت سکوں کے کتبوں سے مرتب کی ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاہان اسلام اپنے آپ کو خلیفہ وقت کا نائب سمجھتے تھے کیونکہ تقریباً ہر ایک پادشاہ کے سکے پر ایک طرف پادشاہ اور دوسری طرف خلیفہ وقت کا نام ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ خلافت اسلامیہ قرآن مجید کے رو سے اسلام کا ایک جزو لاینفک ہے اگر ضرورت پڑی تو ہم اس موضوع پر پھر کبھی قلم اٹھائینگے۔ واللہ الهادی الموفق للصواب وهو حسبی ونعم الوکیل ٭

الراقم احقر العباد محمد عبدالرحمن مولوی فاضل ومنشی فاضل ۲۲-۴-۳۰

مباحثہ

سُنّیوں کی طرف سے مناظر کا تقرّر

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على رسوله سيدنا محمد خاتم الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه الطيبين الطاهرين۔ امّا بعد علامہ شیخ عبداللہ آفندی فرماتے ہیں۔ کہ جب نادرشاہ نجف اشرف میں پہنچا۔ تو بتاریخ ۱۱ شوال ۱۱۵۶ھ شام کے وقت سے کچھ پہلے میرے پاس احمد شاہ گورنر بغداد کا ایک خاص آدمی آیا۔ اور کہا کہ آپ کو احمد شاہ بلاتے ہیں۔ میں مغرب کی نماز کے بعد احمد شاہ کے ایوان میں داخل ہُوا۔ آگے سے احمد آغا میرے استقبال کے لئے آئے۔ احمد آغا گورنر مذکور کے خاص ہمنشین تھے۔ انہوں نے مجھے پوچھا۔ کہ کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ احمد شاہ نے آپ کو کیوں بلایا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا پاشائے موصوف یہ چاہتے ہیں۔ کہ آپ نادرشاہ کے پاس جائیں۔ کیونکہ نادرشاہ نے ہم سے ایک ایسا سنی عالم طلب کیا ہے جو ایرانی شیعہ علماء کے ساتھ شیعہ مذہب کے متعلق مباحثہ کرسکے۔ اور وہ اس قابل ہو کہ مذہب اہل سنت والجماعت پر دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ پیش کرے جیسا کہ علمائے ایران اپنے مذہب کی حقانیت پر دلائل قائم کرینگے۔ اب اگر خدانخواستہ

آپ مغلوب ہو گئے۔ تو آپ کو بجائے چار مذاہب اسلامیہ کے پانچویں مذہب کی بھی تصدیق کرنی پڑے گی۔ اس لئے آپ اس کے متعلق اچھی طرح غور کر لیں۔ میں احمد آغا کے اس کلام سے سخت گھبرایا۔ اور عرض کیا۔ کہ آپ جانتے ہیں۔ کہ رافضی لوگ اہل مکابرہ اور اہل عناد ہوتے ہیں۔ اور وہ میری باتوں کو اگرچہ وہ حق ہوں کیسے تسلیم کریں گے خصوصاً اس حالت میں جب کہ ان کے پاس اس وقت فوجی قوت بھی ہے۔ اور اس مذہب کا حامی نادرشاہ جیسا آدمی ہے۔ جس کا ظلم اور جبر مشہور ہے۔ تو ایسی صورت میں یہ امید کیسے ہو سکتی ہے۔ کہ میں ان پر حجت قائم کر سکونگا۔ میرے خیال میں ان کے ساتھ بحث کرنے سے کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔ کیونکہ اول تو رافضیوں کے ساتھ مناظرہ کرنا ہی مشکل ہے۔ جب کہ وہ تمام اُن کتب احادیث کو جن پر ہمارے دلائل کا مدار ہے تسلیم نہیں کرتے۔ اور اگر اثبات مدعی کے لئے میں کوئی قرآنی آیت پیش کرونگا۔ تو وہ اس کے الٹے پلٹے معنی کر کے کہینگے کہ یہ آیت محتمل المعانی ہے۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال یعنی یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے۔ کہ دلیل مثبت المدعی میں اگر کسی اور معنی کا بھی احتمال ہو۔ تو ایسی دلیل استدلال کے قابل نہیں ہوتی۔ اور اس کے علاوہ وہ بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ دلیل ایسی ہونی چاہیے جس پر دونوں فریق متفق ہو سکیں۔ پھر اجتہادی امور سے تو صرف ظن ہی ثابت ہوتا ہے۔ اب فرض کیجئے موزوں پر مسح کرنے کا جواز جو صرف احادیث سے ثابت ہے۔ میں ان کے سامنے کیسے ثابت کرونگا۔ کیونکہ اگر میں ایسے نہ کہوں۔ کہ حدیث مسح علی الخفین کو تقریباً ستر صحابہ نے روایت کیا ہے جن میں سے حضرت علی بھی ہیں۔ تو وہ یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہمارے پاس مسح کے عدم جواز پر ایک سو صحابی کی روایت کردہ حدیث موجود ہے۔ جن میں سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ بھی ہیں۔ پھر اگر میں اس کے جواب میں یہ کہوں کہ تمہاری تمام حدیثیں جعلی اور موضوع ہیں۔ تو وہ بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ تمہارے احادیث بھی جعلی اور موضوع ہیں۔ پس ایسی صورت ان کو کس طرح الزام دیا جا سکتا ہے لہذا میری رائے یہ ہے کہ آپ بجائے میرے کسی اور حنفی یا شافعی مفتی کو بھیج دیں۔ جو اس کام کے لئے موزوں ہو۔ آغا احمدؒ نے کہا احمد پاشا نے صرف آپ کو ہی منتخب کیا ہے۔ اس لئے آپ کو ہی جانا پڑے گا۔ اور حکم ماننے کے بغیر اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ پھر اسی صبح کو پاشائے موصوف سے بھی میری ملاقات ہو گئی۔ اور اس

مناظرے کے متعلق خاص خاص امور معرض بیان میں آئے۔ اور اس کے بعد احمد پاشا نے فرمایا کہ میں خدا تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ اس بارے میں آپ کی مدد فرمائے اور آپ کے دلائل اور براہین کو مضبوط کرے۔ اور آپ کو جانا تو ضرور پڑیگا۔ لیکن آپ کو اختیار ہے۔ کہ آپ ان سے مباحثہ کریں یا نہ کریں۔ میری رائے میں آپ اگر ایسا کریں تو اچھا ہوگا۔ کہ شروع میں ہی آپ جب ان سے ملیں۔ تو کوئی علمی بحث اس مناظرے سے غیر متعلق چھیڑ کر اپنی قابلیت کا لوہا ان سے منوالیں اور جب اس طرح آپ کا رعب قائم ہو جائے گا۔ تو پھر دیکھ لینا کہ آیا وہ بطور انصاف اظہار ثواب طالب ہیں یا نہیں۔ اگر یہ امید ہوتی کہ وہ انصاف سے علیحدہ نہیں ہونگے۔ تو پھر مباحثہ شروع کر دینا۔ لیکن استقلال کی زیادہ ضرورت ہے۔ اور کسی امر میں بھی ان کے سامنے سرنگوں نہیں ہونا ہوگا۔ وہ باطل سے دبنے والے اے آسمان نہیں ہم۔ سو بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا) نادرشاہ اس وقت نجف میں ہے۔ اور میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ بدھ کی صبح کو اس کے پاس پہنچ جائیں۔ پھر میرے لئے ایک خلعت فاخرہ اور سواری اور نوکر لائے گئے اور پاشائے موصوف نے خاص اپنی اردل کے بعض سوار بھی میرے ساتھ کر دئے +

علامہ شیخ عبداللہ آفندی کا تفکر

اور ہم سب ان ایرانیوں کے ساتھ جو ہمارے لینے کے لئے آئے تھے دوشنبے کے دن عصر سے پہلے بتاریخ ۲۲ شوال بغداد سے نجف کی طرف روانہ ہوئے۔ میں راستہ میں طرفین کے دلائل سوچ رہا تھا۔ اور ہر ایک دلیل پر جو اعتراض کرنا ممکن ہو سکتا تھا اس کا جواب بھی تیار کر لیتا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے ایک سو سے زیادہ دلائل تیار کر لیئے۔ اور ہر ایک دلیل پر اعتراض اور اس کا جواب بھی سوچ لیا۔ اور اس طرح گویا کئی سو دلائل ذہن میں جمع ہو گئے۔ راستہ میں مجھے بول الدم کی بیماری بھی لاحق ہو گئی۔ جب ہم رئیس بن مزید کے گاؤں میں پہنچے۔ جو اس وقت نادرشاہ کے قبضے میں تھا۔ تو وہاں اہل سنت والجماعت کے بعض آدمی مجھے ملے جنہوں نے بتایا۔ کہ نادرشاہ نے اس مباحثے کے لئے جو مشہور مفتی بھی اس کو اپنے علاقے میں مل سکتا تھا بلا لیا

ہے۔جن کی تعداد اب ستر ہزار مقتولوں تک پہنچ گئی ہے۔ اور وہ سب کے سب رافضی ہیں جب میں نے یہ سنا تو لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھا۔ اور اس وقت میری طبیعت عجیب کشمکش میں پڑی ہوئی تھی۔ کیونکہ میں یہ خیال کرتا تھا۔ کہ اگر میں یہ کہوں کہ میں بحث کرنے کے لئے نہیں آیا۔ تو یہ بھی کمزوری کی دلیل ہے۔ جس سے اہل سنت کی کمزوری ثابت ہو گی۔ اور بنا بنایا کام بگڑ جائیگا۔ اور اگر مباحثے میں شریک ہو جاؤں تو پھر یہ ڈر ہے کہ کہیں یہ رافضی لوگ نادر شاہ کے سامنے مباحثے کے اصلی حالات کو دوسری شکل میں ظاہر کریں۔ اور انصاف کا خون ہو جائے۔ لیکن بہت کچھ غور کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ نادر شاہ کے روبرو مباحثہ کرنے پر زور دیا جائے۔ اور میں نادر شاہ سے یہی کہونگا۔ کہ آپ اپنے سامنے مناظرہ کرائیں۔ اور اس کے علاوہ ایک ایسا منصف بھی مقرر کر دیں جو نہ سنی ہو اور نہ شیعہ بلکہ یہودی یا عیسائی ہو۔ تاکہ کسی کی طرفداری کا احتمال نہ رہے۔ اور میں نے یہ بھی سوچ لیا تھا کہ اگر اہل کتاب میں سے کوئی منصف مقرر کیا گیا۔ تو میں اس سے یہ کہونگا۔ کہ دیکھ ہم دونوں فریق نے تجھے حاکم بنایا ہے۔ اور یہ یاد رکھ کہ خدا تعالٰے کے روبرو تجھکو جواب دینا ہے۔ اس لئے ہماری باتوں کو اچھی طرح سمجھ کر تو نے فیصلہ کرنا ہوگا۔ میں نے یہ بھی سوچ لیا تھا۔ کہ اگر وہ یہودی یا عیسائی شیعوں کی طرفداری کریگا۔ تو میں آخری دم تک لڑونگا۔ خواہ اس میں میری جان ہی کیوں نہ ضائع ہو جائے۔ اس کے بعد۔ مذکورہ بالا گاؤں سے ہم چہار شنبہ کی رات کے وقت میں نکلے اور رات میں خفیف سی بارش بھی ہو رہی تھی۔ اور سخت سردی کے علاوہ اس قدر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ کہ انسان اپنے ہاتھ کو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اور یہ رات وہی تھی۔ جس کی بابت ایک حماسی شاعر کہتا ہے۔ سلہ

فی لیلۃ من جمادی ذات اندیۃ   لا یبصر الکلب فی ارجاھا الطنبا

بہرحال رات بھر چلنے کے بعد صبح کے قریب ہم ذوالکفل نبیؑ کے مشہد تک پہنچے اور کچھ تھوڑی دیر مشہد کے مکان کے باہر ہم نے آرام کیا۔ اور فجر کی نماز ہم نے دندان نامی کنوئیں پر پڑھی۔ یہ مقام حلہ اور نجف کے درمیان نصف پر واقع ہے +

شیخ آفندی کی قوتِ ایمانی

اس اثنا میں نادر شاہ کا ایک قاصد دوڑتا ہوا آ پہنچا۔ اور مجھ سے کہنے لگا کہ جلدی کریں کیونکہ بادشاہ آپ کو بلاتا ہے۔ میرے اور نادر شاہ کے خیمے کے درمیان چھ میل کا فاصلہ تھا۔ اور میں نے قاصد سے پوچھا۔ کہ نادر شاہ کی کیا عادت ہے۔ کہ جب کسی بادشاہ کا ایلچی اس کے پاس آتا ہے۔ وہ اسی طرح راستے میں سے ہی اس کو بلا لیتا ہے۔ یا کچھ دیر ٹھہرا لے کے بعد اسے باریابی کا موقع دیتا ہے۔ اس نے کہا صرف آپ کے ساتھ ہی ایسا کیا گیا ہے۔ کہ آپ کو راستے سے ہی بلا لیا ہے۔ ورنہ اور کسی کے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔ کہ اس کو ٹھہرانے کے بغیر ہی بلا لیا ہو۔ میں اس سے گھبرایا اور دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ جلدی بلانے کی غرض شاید یہی ہو کہ وہ مجھے مجبور کریگا۔ کہ تم امامیہ مذہب کی تصدیق کرو۔ ممکن ہے کہ جبر کرنے سے پہلے وہ مجھے دنیاوی لالچ میں پھنسائے اور اگر میں دنیاوی لالچ میں نہ آیا۔ تو پھر مجھ پر وہ جبر کریگا۔ لیکن میں نے مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ خواہ کچھ ہی ہو۔ کلمۂ حق کے کہنے سے باز نہ رہوں گا۔ اگر جان بھی چلی جائے تو پرواہ نہیں لیکن راستی کو نہ چھوڑونگا اور کوئی دنیاوی طاقت مجھے حق کہنے سے نہیں روک سکیگی۔ میرے دل میں اس وقت یہ خیال تھا کہ اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے چلتے چلتے رک گیا تھا۔ اور پھر صدیق اکبر رضؓ کی وجہ سے چلنے لگا۔ اور پھر مسئلہ خلق القرآن کے وقت اس کی رفتار رک گئی۔ لیکن امام احمد بن حنبل کی وجہ سے پھر چلنے لگا۔ اور اب پھر رک گیا ہے۔ لہذا اگر میں ثابت قدم رہا تو یہ چلتا رہیگا۔ اور اگر میں ٹھہر گیا تو یہ بھی ہمیشہ کے لئے ٹھہر جائیگا۔ اور اس کی ترقی رک جائے گی۔ کیونکہ اسلام کا ٹھہرنا یا چلنا علمائے کاملین کے ثبات قدم پر موقوف ہے۔ اور چونکہ اس علاقے کے لوگ میری نسبت حسن ظن رکھتے ہیں۔ لہذا اگر میں اس امتحان میں ناکام رہا تو عام اہل سنت شیعہ ہو جائیں گے۔ اور اگر کامیاب ہو گیا تو اس کا اثر بھی بہت ہوگا۔ بہرحال میں نے اپنے آپ کو موت کے لئے تیار کر دیا تھا۔ اور کلمۂ شہادت پڑھتا ہوا اس مقام تک پہنچا جہاں سے دو بڑے بڑے بلند جھنڈے نظر آتے تھے۔ میں نے ان کی بابت پوچھا تو کہا گیا کہ یہ جھنڈے شاہی خیمہ کے گرداگرد نصب کئے جاتے ہیں۔ تاکہ فوجی افسروں کو یہ معلوم ہو جائے کہ بادشاہ اس خیمے کے اندر ہے